اخبار امت

یوگنڈا : افریقہ کا موتی

حافظ محمد ادریس

مشرقی افریقہ کا خشکی میں گھرا ہوا ملک یوگنڈا غیر مسلم اکثریت اور غیر مسلم حکمران کے باوجود او آئی سی کا ممبر ہے۔ اس کی یہ ممبرشپ سابق فوجی حکمران عدی امین کے دور حکومت کی مرہون منت ہے۔ عدی امین نے ۱۹۷۱ میں فوجی انقلاب کے ذریعے صدر ملٹن اوبوٹے کا تختہ الٹ کر حکومت پر قبضہ کر لیا تھا۔ ایک مسلمان سربراہ حکومت کی حیثیت سے انھوں نے او آئی سی کی رکنیت حاصل کی۔ عدی امین کی حکومت طویل خانہ جنگی اور تنزانیہ کی سرکاری فوجوں کی جانب سے امین مخالف قوتوں کی مسلح امداد کے نتیجے میں آخر کار ۱۱ر اپریل ۱۹۷۹ کو ختم ہو گئی۔ اس کے بعد سے آج تک ملک پر عیسائیوں کی حکومت ہے جو اپنی مصلحتوں کی وجہ سے مسلم ممالک کی تنظیم میں شامل رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس تنظیم نے دنیا بھر میں جو چار عالمی یونی ورسٹیاں قائم کی ہیں ان میں سے ایک یوگنڈا کے سرحدی شہر مبالے میں ہے۔ دیگر تین یونی ورسٹیاں پاکستان' ملائشیا اور نائیجر میں قائم کی گئی ہیں۔

یوگنڈا ایک غریب ملک ہے جو پٹرول اور اس کی جملہ مصنوعات سو فی صد بیرون ملک سے منگواتا ہے۔ پھر کوئی بندرگاہ نہ ہونے کی وجہ سے یہ درآمدات کینیا یا تنزانیہ کے راستے ملک میں پہنچتی ہیں۔ ملک کی آبادی دو کروڑ بیس لاکھ کے قریب ہے اور رقبہ ۹۳۰۷۰ مربع میل ہے۔ پورا ملک زرخیز ہے مگر زراعت کو جدید انداز میں منظم نہیں کیا گیا۔

یوگنڈا نے برطانوی استعمار سے ۹ر اکتوبر ۱۹۶۲ کو آزادی حاصل کی۔ دولت مشترکہ اور افریقی ممالک کی تنظیم کا بھی رکن ہے۔ اس ملک کو حسین مناظر کی وجہ سے افریقہ کا موتی (Pearl of Africa) بھی کہا جاتا ہے۔ دریائے نیل کا منبع بھی یوگنڈا میں ہے۔ یوگنڈا میں جنجا شہر کے پاس بہت بڑا پن بجلی کا کارخانہ ہے جس سے یوگنڈا بڑی مقدار میں بجلی پیدا کرتا ہے اور کینیا کو برآمد کرتا ہے۔

آزادی کے بعد یوگنڈا نے بہت سی قبائلی لڑائیوں اور بار بار کی خانہ جنگیوں کے کافی چرکے کھائے ہیں۔ یوگنڈا کا موجودہ حکمران ۵۳ سالہ صدر یوویری کاگوتا موسیوینی (Yoweri Kaguta Museveni) طویل جنگ کے بعد سرکاری فوجوں کو شکست دے کر ۲۹ جنوری ۱۹۸۶ کو دارالحکومت کمپالا پر قابض ہوا اور آج تک تقریباً بلاشرکت غیرے اس ملک پر حکومت کر رہا ہے۔ بعد میں اس نے انتخابات کا ڈھونگ رچایا اور دو مرتبہ صدر منتخب ہو کر جمہوری طرز حکومت کا تاثر قائم کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ صدر موسیوینی کے متعلق یوگنڈا میں یہ بات زبان زدعام ہے کہ وہ یوگنڈا کا قانونی اور جائز شہری نہیں بلکہ اس کا تعلق پڑوسی ملک روانڈا سے ہے، مگر جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے مصداق کوئی اس کے خلاف دم نہیں مار سکتا۔ صدر کا تعلق توتسی (Tutsi) قبیلے سے ہے جو روانڈا، برونڈی، زائر اور دیگر علاقوں میں پایا جاتا ہے۔ قبیلہ چھوٹا ہے مگر جنگجو اور مہم جو کی حیثیت سے معروف ہے۔

گذشتہ چند سالوں سے اس خطے میں مختلف ممالک میں خانہ جنگی، قتل عام، ہجرت اور حکومت کے تختے الٹنے کا عمل جاری ہے۔ ہوتو (Hutu) اکثریت کے ممالک میں توتسی قبیلے کی کامیابیاں زیادہ تر صدر موسیوینی کی جنگی کارروائیوں کی مرہون منت ہیں۔ روانڈا اور برونڈی میں عدم استحکام اور اکھاڑ پچھاڑ کے بعد مغربی طاقتوں کی پشت پناہی سے موسیوینی نے زائر اور سوڈان میں بھی اپنی مرضی کے مطابق تبدیلیاں لانے کا عزم کیا اور عملاً جنگ میں کود پڑا۔ زائر کے سابق صدر موبوتو کے بارے میں یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ دنیا کے بدعنوان، بدمعاش، عیاش، ظالم ترین حکمرانوں میں سے ایک تھا۔ اس کے خلاف ملک میں شدید نفرت تھی مگر آمریت کا شکنجہ اس قدر مضبوط تھا کہ اس آمر کے دور حکومت میں طویل عرصے (نومبر ۱۹۶۵ سے مئی ۱۹۹۷ تک) کوئی اسے توڑ نہ سکا۔ مغربی طاقتوں نے جب اس کرپٹ حکمران کو ہٹانے کا فیصلہ کر لیا تو خانہ جنگی شروع ہو گئی اور صدر موسیوینی اور اس کی فوجوں کی حمایت سے باغی گروہ کافی خون ریزی کے بعد مئی ۱۹۹۷ میں حکومت کا تختہ الٹنے میں کامیاب ہو گیا۔ موبوتو یورپ میں باقی ماندہ زندگی عیش و عشرت میں گزارے گا اور زائر جو انقلاب کے بعد جمہوریہ کانگو بن گیا ہے کبیلا (Kabila) کے زیر حکومت اور موسیوینی کے زیر بار احسان نئے دور میں داخل ہو گیا ہے۔ یہ بھی توتسی قبیلے کی فتح قرار دی جا رہی ہے۔

موسیوینی اچھا منتظم ہے۔ وہ مسلمانوں کا دشمن اور اندر سے اسلام کا شدید مخالف ہے۔ یوگنڈا کے مغربی علاقوں میں اگرچہ آج بھی ایک باغی گروپ "الائیڈ ڈیمو کریٹک فورسز" کے نام سے حکومت مخالف سرگرمیوں میں مصروف عمل ہے مگر مجموعی طور پر ملک میں امن و امان کی حالت خاصی بہتر ہے، البتہ مہنگائی بہت زیادہ ہے۔

سوڈان میں جب سے اسلامی قوانین کے نفاذ کا کام شروع ہوا ہے، امریکہ اور اس کی رہنمائی میں سوڈان

کے تمام ہمسایوں نے اس کے خلاف جنگ چھیڑ دی ہے۔ بعض نے باقاعدہ اعلان جنگ کیا ہے اور بعض بغیر اعلان اس لڑائی میں عملاً شریک ہیں۔ موسیوینی کی سوڈان دشمنی اور علیحدگی پسندوں کی سرپرستی کی وجہ سے امریکہ بھی یوگنڈا کا سرپرست بن گیا ہے۔ موسیوینی کو ایک اصول پسند، جمہوری، بہادر اور دیانت دار لیڈر کے طور پر دنیا میں متعارف کرایا جا رہا ہے۔ ٹائم میگزین اور دیگر مغربی جرائد و رسائل کے صفحہ اول پر اس کی تصاویر چھپتی رہی ہیں۔ موسیوینی کس قدر جمہوریت پسند اور دیانت دار ہے اس کا پتا یوگنڈا جا کر چلتا ہے جہاں لوگ اس کے بارے میں حقائق جانتے بھی ہیں اور مختلف انداز میں بیان بھی کرتے ہیں۔

ایتھوپیا، اریٹیریا، مصر اور یوگنڈا نے سوڈان پر حملے کرنے اور اسے مزا چکھانے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ بعض دیگر مسلمان ممالک کا اسلحہ "اس کارخیر" میں استعمال ہو رہا ہے۔ ۱۵ مئی میں یوگنڈا نے سوڈان کے ساتھ ایک عارضی سمجھوتہ کیا تھا جو کینیا کے صدر مقام نیروبی میں صدر کینیا دانیال ارپ موئی کی موجودگی میں طے پایا۔ اس سمجھوتے کے کئی اسباب بتائے جاتے ہیں۔

یوگنڈا کے گذشتہ صدارتی انتخابات میں تین امیدواروں میں سے ایک مسلمان تھا جو آج بھی یوگنڈا میں حریت و جرات کا مظہر سمجھا جاتا ہے۔ یہ مسلمان میکریرے یونی ورسٹی کے شعبہ منصوبہ بندی کا چیئرمین محمد میانجا (Myanja) ہے جو نوجوان، اعلیٰ تعلیم یافتہ، مدبر اور مستقل مزاج ہے۔ اگرچہ وہ زیادہ ووٹ حاصل نہ کر سکا مگر اس نے یوگنڈا کے مسلمانوں کو بیدار کر دیا۔ یوگنڈا میں مسلمان تقریباً ایک تہائی ہیں مگر مغربی ذرائع انھیں سولہ فی صد سے زیادہ تسلیم نہیں کرتے۔ اس انتخاب کے نتیجے میں مسلمانوں کی ایک منظم جماعت وجود میں آگئی ہے جو مسلم امہ کے مسائل پر اپنا مضبوط موقف رکھتی ہے اور مجموعی طور پر ہر مظلوم طبقے کی حمایت و پشتیبانی اپنا فرض اولین سمجھتی ہے۔

صدر موسیوینی ایک گھاگ سیاست دان اور مہم جو لڑاکا لیڈر ہے۔ اسے اس بات کا بخوبی احساس ہے کہ مسلمان اس کی بہت سی پالیسیوں سے نالاں ہیں۔ میکریرے یونی ورسٹی کے طلبہ اور خصوصاً وہاں کی جامع مسجد کا خطیب و امام، محمد کابوزی اس کی پالیسیوں پر کھل کر تنقید کرتے ہیں جو اخبارات میں چھپ بھی جاتی ہے۔ محمد میانجا بھی جہاں کہیں جاتا ہے عوام کے ہجوم اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ صدر موسیوینی نے پچھلے دنوں مسلم اکابر کا ایک اجلاس بلایا جس میں اس کے اپنے چیدہ لوگ مدعو تھے۔ اس نے اپنی پالیسیوں کے بارے میں اس اجتماع سے حمایت حاصل کرنا چاہی مگر اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب ان لوگوں نے یوگنڈا کی جانب سے سوڈان پر حملے کی مخالفت اور مذمت کی اور اس عزم کا اعلان کیا کہ وہ یوگنڈا کی فوجوں کی سوڈان میں کارروائیوں پر اس خاموشی کا مظاہرہ نہیں کریں گے جس کا زائر کے معاملے میں مجموعی طور پر یوگنڈن قوم نے کیا ہے۔ موسیوینی مسلم کمیونٹی کو ناراض بھی نہیں کر سکتا اور موجودہ حالات میں انھیں کھل

بھی نہیں سکتا۔ سمجھوتے کی ایک وجہ تو یہی تھی۔

سمجھوتے کی دوسری وجہ یہ بنی کہ یوگنڈا کی فوج جنوبی سوڈان میں شروع میں پیش قدمی کر رہی تھی مگر کچھ آگے بڑھ کر انھیں احساس ہوا کہ وہ گھیرے میں آگئے ہیں۔ انھوں نے راہ فرار اختیار کی مگران کے چار سو فوجی، دو درجن ٹینک اور بہت سی فوجی گاڑیاں سوڈانی فوج اور مجاہدین کے قبضے میں آگئے۔ یہ ایک زبردست ہزیمت تھی اور موسیوینی زائر کی فتح کا جشن منانے کے دوران اس ہزیمت کے زخموں کو چاٹنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے جنگ بندی کی خواہش کا اظہار کیا، سوڈان پہلے ہی یہ چاہتا تھا لہٰذا اس نے اس خواہش کا مثبت جواب دیا۔

تیسری اور بظاہر کم اہم وجہ خود کینیا کا اس معاملے میں تشویش میں مبتلا ہونا تھا۔ کینیا بذات خود اس جنگ میں سوڈان کے خلاف عملاً شریک نہیں مگر اس کی سرزمین مکمل طور پر اس "صلیبی معرکے" میں استعمال ہو رہی ہے۔ یہ سارا عمل امریکہ کے دباؤ کے تحت ہو رہا ہے اور کینیا چاہتا ہے کہ سوڈان اس کے بارے میں نرم گوشہ رکھے۔ اس نرم گوشے کی خاطر صدر موئی کی خواہش تھی کہ یہ سمجھوتہ اس کی وساطت سے عمل پذیر ہو جائے۔ یہ بھی واضح رہے کہ پورے خطے میں حکومتوں کی اکھاڑ پچھاڑ کی وجہ سے کینیا کے لوگ، یہاں کے اخبارات اور میڈیا یوگنڈا سے خائف بھی ہیں اور اس کی توسیع پسندی کے خلاف اظہار نفرت بھی کرتے رہتے ہیں مگر یوگنڈا سے بگاڑنا نہیں چاہتے۔ اس لیے انھوں نے مڈل مین کا کردار ادا کر کے فریقین کی خیر سگالی حاصل کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

یوگنڈا کے مسلمان تعلیم یافتہ اور زیادہ تر تجارت پیشہ ہیں۔ محمد میانجا اور اس کے ساتھیوں کی صورت میں انھیں اچھے رہنما مل گئے ہیں۔ عدی امین کے دور میں اسلام کو دہشت و تشدد کی علامت سمجھا گیا تھا۔ ان نوجوانوں کے سامنے ایک بڑا چیلنج ہے اور وسیع امکانات! کٹھن امتحانات ہیں اور روشن مستقبل! انھوں نے اپنی تنظیم کو صحیح اسلامی خطوط پر مرتب کر لیا ہے۔ یہ ان کے کام کا آغاز ہے مگر اللہ کے فضل سے بہت اچھا آغاز ہے۔ آج اسلام ایک معقول اور انسانی اقدار کے علم بردار دین کے طور پر متعارف ہو رہا ہے جس میں دلیل اور افہام و تفہیم ہے، انسانی حقوق اور انسانی عظمت کی ترجمانی ہے، کسی پر ظلم نہ کرنے کا منشور اور کسی کا ظلم برداشت نہ کرنے کا اعلان ہے۔ تعلیم یافتہ لوگوں میں یہ دعوت پھیل رہی ہے اور اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد حوصلہ افزا ہے۔ کچھ بعید نہیں کہ مستقبل میں اس ملک میں عوام کی تائید سے اسلامی تبدیلی آجائے جو دیرپا اور کامیاب ثابت ہو اور ماضی کے فوجی انقلاب اور ناکام تجربے کے داغ مٹا سکے۔